Lesson 3: Ale Imraan (Ayaat 23 - 32): Day 132

سُوۡرَةُ آلِ عِمۡرَان کی تفسیر

اگلی آیات؛

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ وَغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ (اور) یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی (پھر مغفرت ہو جاویگی) اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی باتوں نے۔

ذٰلِكَ یعنی یہ تولی اور اعراض کیوں ہے؟ اللہ کے احکام سے منہ کیوں پھیرتے ہیں؟ کیونکہ وہ خوش فہمی کا شکار ہو گئے۔ اُن کا خیال تھا کہ کچھ بھی کرلیں ہم اللہ کے لاڈلے ہیں۔ یہ ان کی جھوٹی آرزوئیں ہیں۔ کچھ کہتے (لَنۡ) ہم کبھی بھی جہنم میں نہیں جائیں گے۔ کچھ کہتے (اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ) یعنی صرف چند دِن ایک ہفتہ، سات دن۔ ہر دن کے بدلے میں ساری زندگی کا وہ دن۔ مثال ایک جمعے کے بدلے ساری زندگے کے جمعہ کے دن، پیر کے بدلے پیر، منگل کے بدلے منگل وغیرہ۔ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ اور کچھ کہتے ہیں کہ ہم صرف آگ میں چالیس دِن رہیں گے۔ کیونکہ انہوں نے چالیس دن تک بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ کچھ کہتے کہ حضرت یعقوبؑ جب بسترِ مرگ پر تھے تو اللہ نے وعدہ کیا تھا کہ اُن کی قوم (بنی اسرائیل) کو آگے میں نہیں پھینکے گا۔ ایک اور فرقہ کہتا کہ ہم تو چُنے ہوئے لوگ ہیں۔ ہمیں آگ بالکل نہیں چھوئے گی۔

اللہ فرمارہے ہیں کہ یہ ان کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں۔ یہ خود سے یہ باتیں گھڑ رہے ہیں۔

وَغَرَّهُمۡ فِيۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اِن کواِن کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔یعنی دین کے باوجود یہ دھوکے میں تھے۔یعنی دین ہونے کے باوجود، شریعت ہونے کے باوجود کچھ فرقے دھوکے میں ہیں۔اب ہُوا کیا؟

جب ان کو کتابیں ملیں۔اللہ کا دین ان کو ملا۔تو وہ ان کی اپنی خواہشات سے ٹکرایا تو بجائے اُس پر عمل کرنے کے اُس کو بدل لیا۔اللہ کے احکام کو سائیڈ پر ڈال دیا۔اپنی مرضی اور پسند کی باتیں اِس میں شامل کرلیں۔ف ری۔یاشدّت کے لئے۔چمڑے کے پیوند لگانا۔Patching or Patch work

ایک اور رنگ یا مٹیریل کا ٹکڑا لے کر اس کا پیوند لگا دیا جائے۔ارد گرد سلائی کر دی جائے۔

یعنی دین میں جو بات پسند نہیں آئی یا بدلنی چاہی،اُس کو دین کے نام پر دین میں خوشی سے زبردستی شامل کرلیا۔اس بات کو ہم بنی اسرائیل اور پھر اپنے آپ پر لگا کر بھی دیکھ لیں۔

یعنی اپنا نام لے کر سوچیں،اگر کوئی کہے کہ بہن آپ آگ میں نہیں جائیں گی،کیا پھر آپ سب عبادات اور نیک کام اسی طرح۔اسی سوچ کے ساتھ کرینگی؟ یہاں ایک بنیادی اُصول سمجھ لیں۔

جب ہمارا عقیدہ بگڑتا ہے پھر ہمارا عمل بھی بگڑ جاتا ہے۔آج وہ سب لوگ جو نمازیں نہیں پڑھتے،سود لیتے اور شراب بیچتے ہیں۔دراصل اُن کے عقیدے میں خرابی ہے۔جن کو یہ سب پتا ہو گا کہ پھر بھی وہ وہ عمل کرینگے؟ شراب جہنم میں لے جائے گی۔سود سے سانپ اور بچھو ڈنگ ماریں گے،زنا سے جہنم میں ڈالے جائینگے۔

خود ساختہ عقیدے اور خود ساختہ اعمال۔بنی اسرائیل کا دین باپ دادا کے اُصول تھے۔

انہوں نے یہ پیکج اپنے لئے پسند کیا تھا۔ جیسے آپ کہیں چھٹیاں گزارنے جارہے ہوں تو اکانومی کلاس چاہیئے یا بزنس کلاس؟ انہوں نے اپنے لئے اباؤاجداد کے بنائے ہوئے پیکج کو پسند کیا۔

دین بیچ کر خواہشات خرید لیں۔ کچھ بیچ کر ہی کچھ خریدا جاسکتا ہے۔

آج ہم کیا کرتے ہیں؟ ہم سستی چیز بیچ کر اپنی طرف سے مہنگی یا ضرورت کی چیز لیتے ہیں۔ جن چیزوں سے ہمیں محبت ہوتی ہے ہم اُن کو نہیں بیچتے۔ ہمیں جو بیکار چیز لگتی ہے وہ بیچتے ہیں۔ ہم وہی زیور پہلے بیچتے ہیں جو پُرانا یا پسند نہیں ہوتا۔ جو نہی ہمارے اوپر سخت وقت آتا ہے ہم سب سے پہلے ایمان بیچتے ہیں۔ ہمیں وہ سستا لگتا ہے۔ غیر اہم، غیر ضروری۔

پیچھے ہم نے دو لوگوں کا تقابل پڑھا ایک ایسا شخص ہے جو اپنے آپ کو بیچ دیتا ہے۔ اپنے نفس کو اللہ کا غلام بنالیتا ہے اپنے اپ کو آگ میں ڈالنا منظور کرلیتا ہے لیکن دین نہیں بیچتا۔ اُس کو اللہ کی رضا اور دین پسند ہوتا ہے۔ وہ دین کو بچا کر رکھتا ہے۔

جب لفظ عقیدہ بولتے ہیں۔ تو کیا سمجھ آتا ہے۔ عقد یعنی گرہ لگانا۔ جب ہم لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو اس کے کچھ تقاضے ہیں۔ یعنی میاں بیوی کا عقد، نکاح سے ذمّہ داری آتی ہے۔ جیسے کوئی لڑکی کہے نکاح یا عقد اس لڑکے سے کرتی ہوں لیکن بات کسی اور لڑکے کی مانوں گی۔ کیسا لگے گا؟ ہم جب کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں تو گرہ لگ جاتی ہے۔ ہمارے اوپر ذمّہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ اب اللہ کو رَبّ مان لیا وہی میرا الہ ہے، اُس کی بات ماننی ہے۔ اُسی کی عبادت کرنی ہے۔ زندگی گزارنے کا طریقہ بدل جانا چاہئے۔

جب اسلام آیا تو صرف ایک پُکار تھی لا الہ الا اللہ۔ ابھی نماز، روزے کی تو بات ہی نہیں ہوئی تھی۔

روزے، حج زکاۃ تو خود بخود ہونے لگتے ہیں۔ ایک دفعہ عقیدہ دُرست ہو جائے۔ آج کے مسلمان کا عمل نہیں بگڑا، اصل میں آج عقیدہ بگڑا ہُوا ہے۔ خوش فہمیوں کا نام دین رکھا ہُوَا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے سب سے پہلے عقیدہ ٹھیک کروایا۔

اس کی مثال سمجھ لیں۔ ایک گاڑی کے چار پہیئے ہیں۔ آپ اسٹیئرنگ ویل پر بیٹھ کر گاڑی کے چاروں پہیئے جدھر مرضی موڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح عقیدہ دُرست ہو گا تو زندگی کا ہر معاملہ ایک ہی سمت میں جائے گا۔ ہمارا عقیدہ درست ہو گا تو ہم زندگی کے معاملات کو اللہ کی طرف موڑ لیں گے۔ گاڑی کی سیٹ اور انٹیریئر ہمارے رہنے سہنے کے طریقے ہیں۔ گاڑی کے بریک ہمیں روک کر، سنبھال کر رکھتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کو اپنے کنٹرول میں رکھیں۔ ایسے لوگوں کو اگر دین پر عمل کرنا بھی پڑتا ہے تو بس مذہب چاہتے ہیں۔ کہ دین میں نماز روزہ کر لیں پھر زندگی جیسے مرضی گزاریں۔ وہ اپنے لائف اسٹائل اپنی خواہش کے مطابق چاہتے ہیں۔

آج دُکھ اسی بات کا ہم بنی اسرائیل جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آج کا مسلمان کہتا ہے کہ ہم نے کلمہ پڑھا ہُوا ہے، ہم بس چند دِن ہی جہنم میں رہیں گے۔ ہم نبیؐ کے اُمّتی ہیں۔ ہماری بخشش ہو جائے گی۔

ہمارا ہر گناہ یہی کہتا ہے کہ ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ ہم نعمتوں کو بس اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اللہ کے پاس جا کر کیا جواب دینگے؟ کیا ہنس کر دکھا دینگے؟ کیا بہانے بنا دینگے؟ کیا اللہ کو ہماری نیّتوں کو نہیں پتا؟

کون بخشوائے گا؟ ہر مذہب والوں نے ایسی باتیں گھڑ لی تھیں۔ نصارٰی / عیسائیوں نے بھی کہا کہ عیسیٰؑ ہماری خاطر سولی چڑھ گئے۔ کیا آپ نے سُنا کے جُرم کسی نے کیا اور سزا کسی اور کو ملی؟

اگر دنیا میں اتنا اِنصاف ہے تو کیا اللہ انصاف نہیں کرے گا؟

کیا مسلمان تمام گناہ کریں اور پھر بخشے جائینگے؟ کیا مسلمان سود کھائے، زنا کرے، شراب پیچے پھر جنّتی؟ کوئی پیر یا امام بخشادے گا۔ یعنی اگر تمام گناہ کرنے ہیں تو مسلمان ہو جاؤ پھر بخشش ہو گی؟

ظلم کرو، دھوکے اور فراڈ کرو، ناحق مال کھاؤ پھر بہشتی دروازے سے گُزر جاؤ تو بخشش ہو گی؟ بالکل نہیں۔ ہم نے یہ باتیں خود سے گھڑ لی ہیں۔

سوالاکھ کلمہ پڑھ لو، یا میّت کے ساتھ فلاں دُعا رکھ دو۔ اتنے سپارے پڑھ لو تو بخشش ہو گی۔ یعنی دین صرف وظیفوں کو نام ہے۔ ہم نے دین کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

ہم نے اسلام کو بس جُھومنے اور کبھی کبھی نیک کام کرنے والا دین بنا دیا ہے۔ سارا سال جو مرضی کر لیں پھر ربیع الاوّل میں نعتیں پڑھ لینگے۔ معرضون یعنی ہم چوڑے ہو گئے ہیں۔ دین سے اعراض کر رہے ہیں۔ ایک ایک بات میں ہم یہود و نصارٰی کو نقل کرتے ہیں۔

ہمارا دین خواہش بمقابلہ دین ہے۔ جو دین کو مان گیا وہ اَصل عقیدہ۔ جو خواہش کو مانے گا اُس کا دین میں دل نہیں لگے گا۔ اگر نبیوںؑ نے لوگوں کی خواہش کے مطابق دین دیا ہوتا تو پھر پردہ لازم نہ ہوتا۔ سود حرام نہ ہوتا۔ پھر سب اپنی مرضی کرتے۔

آج ہم یہود و نصارٰی کو دیکھ کر آہیں بھرتے ہیں کہ وہ کتنی عیش کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ کرنا پڑتا ہے۔ کیا نئے سال کی پارٹی۔ کہیں میلے اور شوز۔

اگر ہمارا اتنا بے فکرا دین ہوتا تو نبی کریمؐ کیوں اتنا مشکل وقت دیکھتے؟ صحابہ کرامؓ کو فکر کیوں لگتی؟

چھپا کر یا ظاہری جو عمل بھی کرو گے اللہ حساب لے گا۔ جب یہ حکم سن لیا تو پھر وہ ڈر گئے۔ صحابہ کرامؓ کیوں گھبرا جاتے صحابہ کرامؓ کیوں اتنی محنت کرتے، کیوں جہاد کرتے؟

قرآن کو جب تک پڑھیں اور سیکھیں نہیں ہمارا عقیدہ درست نہیں ہوتا۔ علم حاصل کرنے سے عقل آتی ہے کہ اَب حساب کی فکر ہے۔ جیسے ایک گھر کی مثال ہے۔ ایک سیٹنگ پہلے سے ہے۔ اَب سامان نکال کر باہر رکھنا پڑے گا۔ پھر سیٹنگ بدلے گی۔ یہی ہو گا جب ہاتھ میں قران آتا ہے تو زندگی بدل جاتی ہے۔ پھر گھر والے، دوست رشتے دار مشورے دیتے ہیں۔ یہ ایسے کیوں ویسے کیوں؟ جب آپ اللہ کے احکام پر اپنے آپ کو بدل دینگے تو باتین ہو نگی۔ صبر کر جائیں۔ لیکن یکسوئی سے لگے رہیں۔ پھر لوگ خود آپ میں بہترین اوصاف دیکھ کر پسند کرینگے کہ بڑی اچھی تبدیلی ہے اور لوگ نہ بھی کہیں، آپ اللہ کو پسند ہونگے۔

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر ۔ کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

مشکل وقت کے بعد انشاءاللہ آسانی ملے گی۔ کبھی کبھی کڑوی دوا سے صحت مل جائے گی۔

یہ دنیا ہمارے کسی کام نہیں آئے گی۔ اپنی آخرت کی تیاری کر لیں۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ نہ آئے تو یہ بھی رُخصت ہو جائے گا۔

جہاں عمل کمزور ہو گا۔ علم وہاں سے چلا جائے گا۔ پھر علم میں دل نہیں لگے گا۔ جتنا زیادہ عمل بہتر ہوتا جائے گا اُتنا ہی علم میں دِل لگے گا۔

اَب اپنے اپ سے پوچھیں مجھے کونسا دین چاہئے؟ نبیوںؑ والا چاہیئے تو اللہ کے دین کو اپنا لیں۔

نیکی میں اَجر ہی اسی لئے ہے کہ خواہش نہ ہونے کے باوجود ہم نیکی کرینگے۔ گناہ کو دل چاہنے کے باوجود چھوڑ دینگے۔ نفس کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نبیوںؑ اور صدّیقین کے ساتھ ہونا چاہتے ہیں پھر عمل بھی اُن جیسے کرنے پڑینگے۔

آخرت کی کامیابی کا راز یہی ہے کہ اللہ کا ڈر دِل میں رہے اور عقیدہ اور عمل دُرست ہو جائے۔

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ سو ان کا کیا (بُرا) حال ہو گا جب کہ ہم ان کو اس تاریخ میں جمع کر لیں گے جس (کے آنے) میں ذرا شبہ نہیں اور (اس تاریخ میں) پورا پورا بدلہ مل جاوے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا اور ان شخصوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

آج تو یہ بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں۔ ہر چیز پر اپنی رائے کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ جب اللہ کے سامنے پیش ہونگے، پھر اللہ اِن سے پورا حساب کتاب کرے گا۔

اللہ ہمیں میدانِ محشر میں کھڑا کر رہا ہے۔ ذرا سوچیں اور یہاں اپنا نام لکھ لیں۔ اُس دِن میں کوئی شک نہیں اور یہ بات کائنات کا خالق اور مالک کہہ رہا ہے۔ یہ مضمون قرآن پاک میں بہت جگہ ہے۔

کیا ہو گا؟

مجھے پورا حساب دینا ہو گا۔ مجھے پورا بدلہ مل جائے گا۔ ہم نے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ میری ہر بات ہر انداز، ہر مسکراہٹ، ہر تیوری، میرے اندر کی سوچ، اللہ کا حکم سن کر میرے اندر اُٹھنے والا خیال، سب کا حساب ہو گا۔ سورۃ الحاقہ میں اللہ فرماتا ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ (۱۸)

جس روز (خدا کے روبرو) حساب کے واسطے تم پیش کئے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔(۱۸)

پھر جس کو یہ یقین ہو گا وہ کیا عیش کرے گا؟ یا وہاں جانے کی تیاری کرے گا۔

کیا پیسہ بے حیائی پر ضائع کرے گا؟ یا اللہ کے دین پر خرچ کرے گا، کیا کسی ضرورت مند کی مدد کرے گا۔ قیامت کا منظر سوچیں اور پھر اپنا حساب لگائیں کہ پچھلے 5 سالوں میں کیا کمایا اور کہاں لگایا؟ شادیوں پر ہم کہاں کہاں خرچ کرتے ہیں۔

کبھی سپر مارکیٹ جائیں اور آپ کے پاس صرف دو چیزیں ہوں اور آپ سے اگلے بندے کی ٹرالی بھری ہوئی ہو آپ کیسا محسوس کرتے ہیں، آپ دیکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہاں تو دیر لگے گی کہیں اور ہی لائن میں لگ جاؤں۔

یہاں تو آپ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی بغیر چیک کروائے نہیں نکل سکتے، اللہ کے پاس کیسے نکلیں گے؟

اب آپ سوچیں کہ اگر جائز کمایا تو کہاں خرچ کیا، حساب تو ہو گا۔

حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے اپنی دُنیا بنائی تو اُس نے اپنی آخرت خراب کر لی۔ اور اگر آخرت بنالی تو فائدے میں رہے۔ دنیا بنی یا نہیں۔ اگر تو جائز کما کر آخرت کے لئے اَجر کما لیا تو ساتھ میں دنیا میں بھی فائدہ اُٹھا لیا تو خیر ہے ورنہ تو حساب کتاب۔

اپنے آپ کو آخرت کے کاؤنٹر پر کھڑا محسوس کریں کہ حساب دے رہے ہیں۔

ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا اور ان شخصوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ جب اس طرح تڑپ آتی ہے کہ آپ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔ پھر آپ کا عمل بدلے گا۔

پھر آگے یہ دُعا آتی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾

(اے محمد ﷺ) آپ (اللہ تعالیٰ سے) یوں کہیئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جس کو چاہیں دیدیتے ہیں اور جس سے چاہے ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ آپ رات (کے اجزا) کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور (بعض فصلوں میں) دن (کے اجزا) کو رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں (جیسے بضیہ سے بچہ) اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں (جیسے پرندے سے بیضہ) اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔

یہ بہت خوبصورت دُعا اکھٹی نازل ہوئی۔ غزوۂ خندق (الاحزاب) کے موقع پر نازل ہوئی۔ جب کافروں کے کئی قبیلے اکٹھے مسلمانوں کو ختم کرنے کی نیّت سے جنگ کے لئے جمع ہوئے۔

مسلمان تعداد میں کم تھے اور ہتھیار بھی کم تھے۔ سلیمان فارسیؓ کے مشورے پر خندق کھودی گئی کیونکہ لوگ کم تھے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا یہی طریقہ مناسب لگا کہ دشمن اور اپنے درمیان خندق کھودلی جائے۔ بہت مشکل وقت تھا۔ سردی، غریبی اور بے سروسامانی کی کیفیت تھی۔ ایک ایک گروپ نے چالیس ہاتھ خندق کھودنی تھی تاکہ گہری اور چوڑی ہو۔

ایک پتھر بہت مضبوط تھا۔ اللہ کے نبیؐ نے اُس پر پورے زور سے پھاوڑا مارا اور تین دفعہ میں توڑا۔ ہر دفعہ میں آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ایران، فارس اور روم کے خزانوں کی چابیاں دکھائی گئی ہیں۔ اتنی مشکل میں بھی اللہ کے نبیؐ اُن کا مورال بلند رکھتے۔ اُن کی حوصلہ افزائی کرتے۔

اللہ کے نبیؐ نے مسلمانوں کو یہ بشارتیں سنائیں۔ تو کافروں نے مذاق اُڑایا کہ خندق کھود کر دفاع کر رہے ہیں اور خواب روم اور فارس کی فتح کے دیکھ رہے ہیں۔

اللہ نے اُس وقت یہ آیات نازل کیں کہ اللہ وہ ہے جو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اللہ جس کو جو چاہے عطا کر دے۔ ایک صحابیؓ نے قرض اور مفلسی کی شکایت کی تو اللہ کے نبیؐ نے یہ آیات اور ایک دُعا پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اللہ مالک الملک ہے۔

اللہ کی اِن آیات میں صفّات پر غور کریں بہت خوبصورت ہیں۔

اللہ مالک اور رَبِّ کائنات ہے اور ہم اللہ کی نافرمانی کیوں کرتے ہیں۔ لوگوں کا ڈر اور دوسروں کو خوش کرنے کے چکّر میں۔

قرآنی دعائیں رَبَّنَا اور مسنون دعائیں اَللّٰهُمَّ سے شروع ہوتی ہیں۔

اللہ بادشاہت دیتا ہے۔ اللہ اپنی مرضی سے نبیؑ چُن لیتا ہے۔ اللہ اپنی مرضی سے موت اور زندگی دیتا ہے۔ اللہ جو چاہے وہ کرے گا۔ کل ملکیت اللہ کی ہے۔

ہم انسان بہت بے بس ہیں۔ اور اپنی مرضی کہاں اور کیسے کرتے ہیں؟

اللہ کے نبیؐ کی بیٹی کا بچّہ بیمار تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو آپ اپنی بیٹی کے گھر گئے اور فرمایا؛

أَنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ

اور بیٹی کو صبر کی نصیحت فرمائی۔ کہ سب کچھ اللہ کا ہے، وہی دیتا ہے۔ سب کچھ اُسی کے پاس چلے جانا ہے کیونکہ ہمارے پاس تو صرف معین مدّت کے لئے ہے۔

آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اپنا بیٹا وفات پا گیا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اللہ کے نبیؐ آپ رو رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا رونے سے دل ہلکا ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابراہیم تیری جدائی پر دل رنجیدہ ہے لیکن یہ زبان یہی کہے گی کہ ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔

انسان اُس وقت کتنا بے بس ہوتا ہے جب ہمارے پیارے کو اللہ لے جاتا ہے۔ ہمارا کچھ بھی ہمارا نہیں ہے۔ کبھی بھی کچھ جا سکتا ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ہم لوگوں سے عزّت چاہتے ہیں۔ اللہ ہی عزّت دے سکتا ہے۔

عزّت ایمان سے ملتی ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (۱) بالتحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی۔

یا پھر عزّت علم سے ملتی ہے۔ ہم نے پیچھے آیت میں پڑھ لیا کہ اُولُعِلم کے لئے علم شان کا باعث ہے۔

ابو ہریرہؓ اپنے آپ سے کہا کرتے کہ میں ایک غلام تھا حدیثؐ کے علم نے اتنی عزّت دی کہ لوگ امیر المومنین فی الحدیث کہتے ہیں۔

سچّا ایمان لائیں۔ قرآن وحدیثؐ کا علم حاصل کریں۔ اللہ آپ کو عزّت دے گا۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (۱۳) سورۃ الحجرات

بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے ۔

ہم آج کس چیز کو عزّت سمجھ رہے ہیں؟ کیا ہم متّقی لوگوں کی عزّت کرتے ہیں؟

ہم کیا کچھ کرتے ہیں کہ ہمیں عزّت مل جائے۔ عزّت صرف اللہ دے گا تو ہی ملے گی۔

وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ اسی طرح ذلّت بھی اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔ ذلّت کن کو ملتی ہے؟

آپ کے ہر انداز سے پتا چلتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ غرور، فخر اور تکبّر نظر آتا ہے۔ ہر وقت میں اور میرا۔ خود کو بڑا سمجھنا۔ جیسے ایک شخص اپنے آپ کو پہاڑ یا اونچائی پر دیکھ کر باقی لوگوں کو چھوٹا سمجھتا ہے اور باقی لوگوں کو وہ چھوٹا نظر آرہا ہوتا ہے۔

دوسرا دین سے دوری سے ذلّت ملتی ہے۔ دُنیا میں نہ بھی نظر آئے تو آخرت میں پتا چل جائے گا۔

تیسرا جھوٹ سے ذلّت ملتی ہے۔ کچھ دِن نہ بھی نظر آئے ایک دِن پول کھل جاتے ہیں۔

دُعا کریں اللہ تعالٰی ہمیں دنیا اور آخرت میں عزّت عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ یعنی خیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے دو ترجمے ہیں۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی خیر نہیں دے سکتا۔ دوسرے نہیں دے سکتے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ سراسر خیر ہی خیر ہے۔ اللہ کے ہر کام میں خیر ہے۔ یعنی بعض اوقات اللہ کا فیصلہ ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہوتا تو ہمیں کیا کہنا ہے کہ اللہ کے ہر فیصلے میں خیر ہے۔

اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۲۱۶) سورۃ البقرہ